باادب کتے
بے ادب انسان

از قلم

شیخ القرآن استاذ العلماء
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پاکستان

از قلم

شیخ القرآن استاذ العلماء
حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پاکستان

نام کتاب

باادب کتے بے ادب انسان

از قلم

فیض ملت حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

تعداد

1100

سن اشاعت

10 اکتوبر 2010ء

صفحات

80

ہدیہ

50 روپے

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاول پور پاکستان

وصلواتھم ودعائھم وضعفائھم" (روح البیان صفحہ ۲۲۵،۵۷)

میری امت پر رحمت خداوندی ہے۔ ان سے اللہ عذاب' بلائیں دفع فرماتا ہے ان کی اخلاص اور نمازوں اور عطاؤں اور ضعیفوں کی برکت ہے۔

حضرت قاسم بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک فرمایا؟ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے بشر حافی! میں نے تجھے بخش دیا اور جو لوگ تیرے جنازے میں شریک ہوئے انہیں بھی بخش دیا۔ میں نے عرض کیا۔ الٰہی ہر اس شخص کو بھی بخش دے جس کو مجھ سے محبت ہے۔ خدا نے فرمایا "وبکل من احبك" اور قیامت تک کے ہر اس شخص کو میں نے بخش دیا جسے تم سے محبت ہے۔ (شرح الصدور' ص:۱۲۰)

ایک سو بائیس کتے اور نو وہابی

علامہ اقبال مرحوم ک بعد شاعری میں جناب حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب شہرت پائی۔ بالخصوص شاہنامہ اسلام بہت مشہور ہوا۔ یہی جناب ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم اپنی آپ بیتی بیان فرماتے ہیں کہ میری عمر بارہ سال تھی۔ میرا لحن دواؤدی بتایا جاتا اور نعت خوانی کی محفلوں میں بلایا جاتا تھا۔ اس زمانے میں شعر وشاعری کے مرض نے بھی مجھے آلیا تھا۔ اس لئے اسکول سے بھاگنے اور گھر سے اکثر غیر حاضر رہنے کی علت بھی پڑ چکی تھی۔ جس کو میری زندگی کی ذلت تصور کیا جاتا گھرانے کے لئے لازمی تھا۔ بہرآئینہ اب تک اس میں ذلت کی لذت موجود ہے۔ میں خود حیران ہوں۔ کیوں اور کیسے؟

میری منگنی لاہور میں میرے رشتے کی ایک خالہ کی دختر سے ہو چکی تھی۔ میرے خالو نے جب میری آوارگی کی داستان سنی تو سیر وتفریح کے بہانے محترم نے جالندھر سے مجھے ساتھ لیا اور محض سیر وتفریح کا سبز باغ دکھلا کے شہر گجرات کے قریب قصبہ جلال پور جٹاں میں پہنچ گئے۔ اصل سبب مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ہونے والے خسر اور فی الحال خالو میرے متعلق اپنے دینی مرشد سے تصدیق کرنا چاہتے تھے کہ وہ بزرگ ان کی بیٹی کی شادی مجھ ایسے آوارہ سے کر دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ ان کے قول کے مطابق میں تو اس وقت اپنے خالو کا چہیتا نعت خواں تھا۔ مجھے پیش کیا گیا۔ یہ پر انوار پیرو مرشد ایک کہنہ سال بزرگ تھے۔ ان کے ارد گرد مؤدب بیٹھے ہوئے دوسرے شرفائے سے پہلے ہی دن میں نے نعت سنا کر واہ واہ، سبحان اللہ کے تحسین آمیز کلمات سنے بعد ازاں میرے کھانے پینے کے لئے بہتر سے بہتر جو کچھ دستر خوان پر ہوتا ایک خاص الخاص کارفرما میرے سامنے چنتا۔ ارد گرد کی سیر وتفریح کا انتظام تھا۔ اور ہر نمازِ عشاء کے بعد میلاد کی بزم اور نعت خوانی کا اہتمام۔ گرمی کا موسم تھا، پنکھا جھلنے والے موجود تھے۔ دو مہینے اسی جگہ گزر رے۔ اس سال ساون سوکھا تھا۔ بارش نہیں ہو رہی تھی لوگ بارش کے لئے میدانوں میں جا کر نمازِ استسقاء ادا کرتے تھے۔ بچے، بوڑھے، جوان مرد وزن دعا کرتے۔ لیکن گھنگھور گھٹا تو کیا کوئی معمولی بدلی بھی نمودار نہ ہوتی تھی۔ یہ ہے پس منظر اس واقعہ کا جسے میں عجوبہ کہتا ہوں۔ جسے بیان کر دینے کے لئے نہ جانے کیوں مجبور ہو گیا ہوں۔ پہلے یہ جان لیجئے کہ وہ محترم بزرگ کون تھے؟ مجھے یقین ہے ان کا خاندان

بھی جلال پور جٹاں میں موجود ہے۔ ان بزرگ کا نام نامی حضرت قاضی عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ تھا اسی پچاسی برس کی عمر تھی دور دور سے لوگ ان سے دینی و دنیوی استفادہ کی غرض سے آتے تھے۔ یہ استفادہ دینی کم دنیوی زیادہ تھا۔ آنے والے اور دو تین دن بعد چلے جانے والے گویا ایک تسلسل امواج تھا۔ کثرت سوداگروں اور تجارت پیشہ لوگوں کی تھی۔

یہ پیر پرست لوگ پھلوں اور مٹھائیوں کے ٹوکرے بھر بھر کے لاتے۔ ادب سے عرض معروض کرتے اور دیکھتے اور پھل قصبے کی مساجد میں تعلیم پانے والے بچوں میں فوراً تقسیم ہو جاتے ہیں۔ یہ حضرات جب واپس جانے کی اجازت چاہتے تو ان کے لئے دعا کرنے والے پیر و مرشد یعنی قاضی صاحب جلال پور جٹاں کے بنے ہوئے دھسے بطور ہدیہ دے کر رخصت فرماتے۔

چونکہ میری نعت خوانی کے سبب حضرت مجھے بسا اوقات اپنے مصلے کے بہت قریب بٹھائے رکھتے تھے۔ ایک دن ان کے کسی خاص نیاز مند کے استفسار پر میں نے حضرت کا جواب سنا کہ ”بھئی! یہ لوگ تاجر ہیں، دور سے آتے ہیں، واپس جاتے ہیں تو دینی مفاد کو دنیوی مفاد سے بھی تولتے ہیں حساب کرتے ہیں تو یہاں آنے جانے اور اپنی کمائی گنوانے کے مقابلے میں یہ دھسے ان کو زیادہ وزنی نظر آتے ہیں“۔

میری طرف دیکھ کر حضرت نے کہا: برخوردار تم رسول اللہ ﷺ کے اسم گرامی سے مجھے خوش کرتے ہو، تمہارے لئے میرے پاس بس دعائیں ہی ہیں۔ ان شاء اللہ تم دیکھو گے کہ آج تو تم دوسرے کی لکھی ہوئی نعتیں سناتے ہو، لیکن ایک دن تمہاری

لکھی ہوئی نعتیں لوگ دوسروں کو سنایا کریں گے۔

اس وقت بھلا مجھے کیا معلوم تھا کہ سرکارِ دوجہاں کے یہ محبّ صادق میری زندگی کا مقصود بیان کررہے ہیں۔ بہرصورت یہ تو ان کی کرامتوں میں سے ایک عام بات ہے۔ جس عجوبے کے اظہار نے مجھ سے آج قلم اٹھوایا وہ کرامتوں کی تاریخ میں شاید بے نظیر ہی نظر آئے۔

ایک دن حضرت قاضی صاحب کے پاس میں اور ان کے بہت سے نیازمند بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں میرے خالو بھی تھے۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا اور حضرت مصلّے پر بیٹھے تھے۔ السلام علیکم کہتے ہوئے کندھوں پر رومال ڈالے سات آٹھ مولوی طرز کے معتبر آدمی کمرے میں داخل ہوکر قاضی صاحب سے مخاطب ہوئے۔ قاضی صاحب نے وعلیکم السلام اور بسم اللہ کہہ کر بیٹھ جانے کا ایماء فرمایا۔ ہم سب ذرا پیچھے ہٹ گئے اور مولوی صاحبان تشریف فرما ہوگئے۔

ان میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ: حضرت! ہمیں ہزاروں مسلمانوں نے بھیجا ہے۔ یہ چار صاحبان گجرات سے اور یہ وزیرآباد سے آئے ہیں۔ میں آپ جانتے ہیں ڈاکٹر ٹیلر کے ساتھ والی مسجد کا امام ہوں۔ عرض یہ کرنا ہے کہ آپ اس ٹھنڈے ٹھار گوشے میں آرام سے بیٹھے ہوئے رہتے ہیں۔ باہر خلق خدا مر رہی ہے، غازی اور بے نماز بارانِ رحمت کے لئے دعا کرتے کرتے ہار گئے ہیں۔ ہر جگہ نمازِ استسقاء ادا کی جارہی ہے۔ کیا آپ اور آپ کے ان مریدوں کے دل میں کوئی احساس نہیں ہے کہ یہ لوگ بھی اٹھ کر نماز میں شرکت کریں اور آپ بھی اپنی پیری کی مسند پر سے اٹھ کر باہر

نہیں نکلتے، کہ لوگوں کی چیخ و پکار دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تا کہ وہ پریشان حال انسانوں پر رحم کرے اور بارش برسائے۔

میرے قریب سے ایک شخص نے چپکے سے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا "یہ وہابی ہے۔"

میں ان دنوں وہابی کا مفہوم نہیں سمجھتا تھا۔ صرف اتنا تھا کہ یہ صوفیوں کو برا سمجھتے ہیں اور نعت خوانی کے وقت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں جب سلام پیش کیا جاتا تو یہ لوگ تعظیم کیلئے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ کھڑے ہونے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔

مسکراتے ہوئے قاضی صاحب نے پوچھا: "حضرات! آپ فقیر سے کیا چاہتے ہیں"۔ تو ان میں سے ایک زیادہ مضبوط جثے کے مولوی صاحب نے کڑک کر فرمایا: "اگر تعویز گنڈا نہیں تو کچھ دعا ہی کر دو ہے پیروں فقیروں کی دعا جلد قبول ہوتی ہے"۔

یہ الفاظ مجھ نادان نوجوان کو بھی طنزیہ محسوس ہوئے تاہم قاضی صاحب پھر مسکرائے اور جواب جو آپ نے دیا وہ اس طنز کے مقابلے میں عجیب و غریب تھا۔

قاضی صاحب نے فرمایا: "آپ کتوں سے کیوں نہیں کہتے کہ دعا کریں"۔ یہ فرمانا تھا کہ مولوی غضب میں آگئے اور مجھے بھی ان غضب میں آنا کافی قدرتی معلوم ہوا۔ چنانچہ وہ جلد جلد بڑبڑاتے اٹھے اور کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔

قاضی صاحب کے اردگرد بیٹھے ہوئے نیاز مند لوگ ابھی گم صم ہی تھے کہ مولوی صاحبان میں سے جو بہت جید نظر آتے تھے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا: "حضرت! ہم تو کتے کی بولی نہیں بول سکتے۔ آپ ہی کتوں

سے دعا کرنے کیلئے فرمائیے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے اور آج تک میرے سینے پر قاضی صاحب کا یہ ارشاد نقش ہے۔ "حضرت پہلے ہی کیوں نہ کہہ دیا کل صبح تشریف لائیے کتوں کی دعا سے ملاحظہ فرمائیے"۔

مولوی صاحبان طنز مسکراتے ہوئے چل دیئے اور میں نے ان کے الفاظ اپنے کانوں سے سنے کہ "یہ صوفی لوگ اچھے خاصے مسخرے ہوتے ہیں"۔

جب مولوی صاحبان چلے گئے تو میرے خالو سے قاضی صاحب نے فرمایا کہ 'ذرا چھوٹے میاں کو بلائیے"۔ چھوٹے قاضی صاحب کا نام اب میں بھولتا ہوں۔ مہمانوں کی آؤ بھگت اور قیام وطعام کا سارا انتظام انہی کے سپرد تھا۔

انواع واقسام کے کھانے اور دیگیں قاضی صاحب کی حویلی کی ڈیوڑھی اور صحن میں پکتی رہتی تھیں۔ ساتھ ہی ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد تھی۔ جس میں عشاء کی نماز کے بعد نعت خوانی ہوا کرتی تھی اور میں ذوق وشوق سے یہاں نعت خوانی کیا کرتا تھا۔

پیر صاحب یعنی بڑے قاضی صاحب کو میں نے اکثر دیکھا کہ مسجد میں جب نماز کے لئے صفیں بن جاتیں تو آپ خاموشی سے اپنی کوٹھڑی سے نکلتے اور نمازیوں کے جوتوں کے قریب کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے پھر اپنے کمرے میں جا بیٹھتے۔ ہاں میں اپنے بیان سے بھٹک گیا تھا۔ میرے خالو ان کے چھوٹے بھائی کو لائے تو قاضی صاحب نے ان سے کہا: "میاں کل صبح دو تین سو کتے ہمارے مہمان ہوں گے آپ کو تکلیف تو ہوگی بہت سا حلوہ راتوں رات تیار کرا لیجئے۔ ڈھاک کے پتوں کے

ڈیڑھ دوسو دونے شام ہی کو منگوا کر رکھ لیجئے گا۔ ڈیوڑھی کے باہر ساری گلی میں صفائی بھی کی جائے۔ کل نمازِ فجر کے بعد ہم خود مہمانداری میں شامل ہوں گے"۔

چھوٹے قاضی صاحب نے سر جھکایا اگرچہ ان کے چہرے پر تحیر کے آثار نمایاں تھے۔ میرے لئے تو یہ باتیں تھی ہی پراسرار، لیکن میرے خالو مسجد میں بیٹھ کر قاضی صاحب کو دوسرے مستقل نیاز مند اور حاضر باشوں سے چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ کل صبح واقعی ہی کچھ ہونے والا ہے۔

میں نے تین چار کڑاہے حویلی کے صحن میں لائے جاتے دیکھے۔ یہ بھی دیکھا کہ کشمش، بادام اور حلوے کے دوسرے لوازمات کے بڑے کھل رہے ہیں۔ سوجی کی سینیاں بھری رکھی ہیں۔ گھی کے دو کنستر کھولے گئے۔ واقعی یہ تو حلوے کی تیاری کے سامان ہیں۔ ناریل کی تریاں کاٹی جارہی ہیں اور سب آدمی تعجب کررہے ہیں کہ کتوں کی مہمانداری، وہ بھی حلوے سے؟

مرید لوگ بھی کھسر پھسر کررہے تھے کہ ہم نے تو کبھی کتوں کو حلوا کھاتے ہوئے آج تک نہیں دیکھا۔ قاضی صاحب کے بھتیجے چھوٹے قاضی صاحب کے فرزند جو بعد میں قاضی صاحب کے داماد ہوئے میرے ہم عمر تھے۔ نام محمد اکرام تھا۔ وہ اس روز شام کو مجھے اپنی زمینوں پر لے گئے۔ دریائے چناب تک قاضی صاحب کی زمینیں پھیلی ہوئی تھیں۔ جو بڑی زرخیز تھیں۔ بہت سے گھوڑے بھی ان کی ملکیت تھے۔ لیکن بڑے قاضی صاحب ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب چیزیں اللہ کی ملکیت ہیں جو ہمیں اللہ کے بندوں کی خدمت کے لئے تفویض کی گئی ہیں۔

ہمارے ساتھ ایک درویش بھی تھا جسے ہماری حفاظت اور نگرانی بلکہ خدمت کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہم نے اس درویش سے پوچھا: ''کیا کل واقعی کتوں کی مہمان داری ہوگی؟ اور کیا کتے دعا کریں گے؟ میں یہ پوچھتا ہوا ہنس بھی رہا تھا۔ مگر درویش نے ہمیں ہنسنے سے منع کر دیا۔ کہا! کیا کتے خدا کی مخلوق نہیں ہیں۔ سب دعا کرتے ہیں خدا سب کی سنتا ہے۔ قاضی صاحب کے بھتیجے نے کہا: چلو جی! کل ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے''۔

شام کے وقت ہم زمینوں سے سیر کر کے واپس آ گئے تو دیکھا کہ حلوے تیار ہو رہے ہیں۔

صبح ہوئی نمازِ فجر کے بعد میں نے دیکھا کہ قاضی صاحب قبلہ دو تین آدمیوں کو ساتھ لئے اپنی ڈیوڑھی سے نکل کر گلی میں ادھر ادھر گھومنے لگے چند ایک مقامات پر مزید صفائی کے لیے فرمایا:

میری ان گنہگار آنکھوں نے یہ بھی دیکھا کہ اس گلی میں دونوں طرف یک منزلہ مکانوں کی چھت پر حیرت زدہ کتوں کی ضیافت کا کرشمہ دیکھنے کے لئے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اور جلال پور جٹاں میں سے مختلف عمر کے لوگ اس گلی میں داخل ہو رہے تھے۔ وہ قاضی صاحب کو سلام کر کے گلی میں دیواروں کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو جاتے اور جانے کیا بات تھی کہ یہ سب اونچی آواز سے باتیں نہیں کرتے تھے۔ چھتوں پر عورتیں اور بچے تھے۔

ہم دونوں قاضی صاحب کا بھتیجا محمد اکرام اور میں مسجد کی چھت پر چڑھ گئے اور

گلی میں ہونے والا عجیب وغریب تماشا دیکھنے لگے۔

درویش طرز کے چند آدمی حلوے سے بھری ہوئی سینیاں لاتے جا رہے تھے۔ اور قاضی صاحب چمچے سے ان دونوں کو پر کرتے پھر دونوں ہاتھوں سے دونا اٹھاتے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مین گلی کے درمیان رکھتے جاتے۔ جب پوری گلی میں حلوہ بھرے دونے رکھے جا چکے تو انہوں نے بلند آواز سے دونوں کو گنا۔ مجھے یقین ہے کہ گلی میں دیواروں کی طرف پشت لگائے کھڑے سینکڑوں لوگوں نے قاضی صاحب کا یہ فقرہ سنا ہوگا: ''کل ایک سو بائیس (۱۲۲) ہیں۔

یہ کام مکمل ہوا ہی تھا کہ زور زور سے کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جن کو میں انسانی ہجوم کی چیخیں سمجھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس وقت مجھے اپنے بدن میں کپکپی سی محسوس ہونے لگی، میں نے گلی میں ہر طرف دیکھا تو عورتیں بچے اور مرد گلی میں اور چھتوں سے چیخ رہے تھے۔

کیوں چیخ رہے تھے اسلئے کہ اک کتا جس کو جب سے میں یہاں وارد ہوا تھا۔ حویلی کے اردگرد چلتے پھرتے اور مہمانوں کا بچا کھچا پھینکا ہوا کھانا کھاتے اکثر دیکھا تھا بہت سے کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے گلی کی مشرقی سمت سے داخل ہوا۔

جو بے شمار کتے اس کے پیچھے پیچھے گلی میں آئے تھے ان میں سے ایک بھی بھونک نہیں رہا تھا بھونکنا تو کیا اس قدر خلقت کو گلی میں کھڑی دیکھ کر کوئی کتا خوف زدہ نہ تھا۔ اور نہ کوئی غرا رہا تھا۔ کتنے دو دو تین تین آگے پیچھے بڑے اطمینان کے ساتھ گلی کے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کتوں کی یہ پراسرار کیفیت کو ساری خلقت دیکھ کر نہ صرف پریشان تھی بلکہ دہشت زدہ بھی پھر ایسی دہشت آج تک مجھے بھی محسوس نہیں ہوئی۔

قاضی صاحب اگر اپنے ہونٹوں پر انگشت شہادت رکھ کر لوگوں کو خاموش رہنے کی تلقین نہ کرتے تو میں سمجھتا ہوں کہ گلی میں موجود سارا ہجوم ڈر کر بھاگ جاتا۔

اس گلی والا وہ کتا جس کا میں ذکر کر چکا ہوں قاضی صاحب کے قدموں میں آ کر دم ہلانے لگا۔ قاضی صاحب نے جو الفاظ فرمائے وہ بھی حرف بہ حرف یاد ہیں۔ فرمایا: ''بھئی کالو! تم تو ہمارے قریب ہی رہتے ہو، دیکھو انسانوں پر اللہ تعالیٰ رحمت کی بارش نہیں برسا رہا اللہ تعالیٰ کی اور مخلوق بھی ہم انسانوں کے گناہوں کے سبب ہلاک ہو رہی ہے۔ اپنے ساتھیوں سے کہو سب مل بیٹھ کر یہ حلوہ کھائیں اور پھر اللہ سے دعا کریں کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صدقے بادلوں کو اجازت دے تا کہ وہ پیاسی زمین پر برس جائیں''۔

یہ فرما کر حضرت قاضی صاحب اپنی ڈیوڑھی کے دروازے میں کھڑے ہو گئے اور میں نے کیا سبھی نے ایک عجوبہ دیکھا۔

خدارا یقین کیجئے کہ ہر ایک حلوہ بھرے دونے کے گرد تین تین کتے جھک گئے اور بڑے اطمینان سے حلوہ کھانا شروع کر دیا۔ ایک بھی کتا کسی دوسرے دونے یا کتے پر نہیں جھپٹا، اور نہ کوئی چیخا چلایا اور جس وقت یہ سب کتے حلوہ کھا رہے تھے ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھنے میں آیا کہ وہ کتا جو اس گلی کا پرانا باسی اور ان تمام کتوں کو یہاں لایا تھا خود نہیں کھا رہا تھا بلکہ گلی میں مسلسل ایک سرے سے دوسرے سرے تک

گھومتا رہا، جیسے وہ ضیافت کھانے والے کتوں کی نگرانی کر رہا ہو یا میزبانی۔

میں نے اسکول میں اپنے ڈرل ماسٹر صاحب کو طالب علموں کو اسی طرح نگرانی کرتے وقت گھومتے دیکھا تھا۔ کالو کا اندازِ معائنہ بڑا پر شکوہ تھا جس پر مجھے اپنا ڈرل ماسٹر یاد آ گیا۔ کیونکہ ہم میں سے کوئی لڑکا ماسٹر صاحب کے سامنے ہلتا تک نہیں تھا۔

تھوڑی دیر میں سب کتے حلوہ کھا کر فارغ ہو گئے۔ بے شمار لوگوں کے ہجوم میں سے صرف حضرت قاضی صاحب کی آواز ایک مرتبہ سنائی دی۔ وہ فرما رہے تھے ''لو بھئی کالو! ان سے کہو کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تاکہ خدا جلدی انسانوں پر رحم کرے''۔

یہ سنتے ہی میں نے غیر ارادی طور پر ایک طرف دیکھا تو کل والے مولوی صاحبان ایک سمت کھڑے اس قدر حیرت زدہ نظر آئے جیسے یہ لوگ زندہ نہیں یا سکتے کے عالم میں ہیں۔

اب صبح کے نو دس بجے کا وقت تھا۔ ہر طرف دھوپ پھیل چکی تھی، تپش میں تیزی آتی جا رہی تھی۔ جب قاضی صاحب نے ''کالو'' کو اشارہ کیا۔ حیرت انگیز محشر بپا ہوا، تمام کتوں نے اپنا اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا لیا اور ایسی متحد آواز میں غرانا شروع کیا جو میں کبھی کبھی راتوں کو سنتا تھا۔ جسے سن کر میری دادی کہا کرتی تھیں ''کتا رو رہا ہے خدا خیر کرے''۔

آسمان کی طرف تھوڑی دیر منہ کئے لمبی غراہٹوں کے بعد یہ کتے جو مشرقی سمت سے اس کوچے میں داخل ہوئے تھے۔ اب مغرب کی طرف چلتے گئے۔

میں اور قاضی اکرام ہی نہیں جلالپور جٹاں کے سبھی مرد و زن کتوں کو گلی سے

رخصت ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ اور خالی دونے آسمان کی طرف منہ کھولے گلی میں بدستور پڑے تھے۔ (یہ دست دعا تھے)۔

جیسے ہی کتے گلی سے نکلے قاضی صاحب کے ہاتھ بھی دعا کے لئے اٹھ گئے اور ان کی سفید براق داڑھی پر چند موتی چمکنے لگے یقیناً یہ آنسو تھے۔

پس منظر بیان ہو چکا اب منظر ملاحظہ فرمائیے۔ کیا آپ یقین کریں گے کہ میں جو آج ستر برس اور گیارہ مہینے کا بوڑھا بیمار ہوں خدا عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بادل گرجا اور مغرب سے اس تیزی کی ساتھ گھٹا اٹھی کہ گلی ابھی پوری طرح خالی بھی نہ ہوئی تھی، مرد، عورتیں، بچے، بھوڑے بالے ابھی چھتوں سے پوری طرح اترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ ہم بھی مسجد کی چھت سے نیچے اترے۔ پہلے مسجد میں گئے اور پھر حلوہ کھانے کا شوق لیے ہوئے حویلی کی ڈیوڑھی میں چلے گئے۔ دیکھا کہ وہی معتبر مولوی صاحبان چٹائیوں پر بیٹھے ہیں اور حضرت قاضی صاحب حلوے کی طشتریاں ان لوگوں کے سامنے رکھتے جا رہے ہیں۔ وہ حلوہ کھاتے بھی جا رہے ہیں اور آپس میں ہنس کر باتیں بھی کر رہے ہیں۔ ایک کی زبان سے میں نے یہ بھی سنا کہ حضرت یہ نظر بندی کا معاملہ نہیں ہے اور کیا ہے۔ جادو..... نعوذ باللہ۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قاضی صاحب قبلہ ان کی اس بات پر دیر تک مسکرائے اور ان بن بلائے مہمانوں کے لئے مزید حلوہ طلب فرماتے رہے۔ باہر بارش ہو رہی تھی اور اندر مولوی صاحبان خوشی سے حلوہ اڑا رہے تھے۔ قاضی صاحب کے جو

الفاظ آج تک میرے سینے پر منقوش ہیں میں یہاں ثبت کئے دیتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہی مقصود تھا۔

قاضی صاحب نے کہا تھا: "کتے مل جل کر کبھی نہیں کھاتے۔ لیکن یہ آج بھلائی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ اللہ کے بندوں کے لئے دعا کرنے کے لئے وہ اتنے متحد رہے کہ ایک نے بھی کسی دوسرے پر چھینا جھپٹی نہیں کی۔ ان کا ایک ہی امام تھا۔ اس نے کھایا بھی کچھ نہیں۔ اب وہ آئے گا تو میں اس کے لئے حلوہ حاضر کروں گا"۔

ایک مولوی صاحب نے کہا: "حضرت ہمیں تو یہ جادوگری نظر آتی ہے"۔

قاضی صاحب بولے: "مولوی صاحب! ہم تو آپ ہی کے فتوؤں پر زندگی گزارتے ہیں۔ خواہ اسے جادو فرمائیں یا نظر بندی آپ نے یہ تو ضرور دیکھ لیا ہے کہ کتے بھی کسی نیک مقصد کے لئے جمع ہوں تو آپس میں لڑتے جھگڑتے نہیں"۔

یہ سن کر مولوی صاحبان جھینپتے نظر آئے۔

مجھے یاد ہے کہ مولوی صاحبان کو بھیگتے ہوئے ہی اس ڈیوڑھی سے نکل کر جاتے ہوئے میں نے دیکھا تھا۔ بخدا یہ عجوبہ اگر میں خود نہ دیکھتا تو کسی دوسرے کے بیان کرنے پر کبھی یقین نہ کرتا۔ یاد رہے کہ میں وہی حفیظ جالندھری ہوں جس کے بارے میں حضرت قاضی صاحب نے جلال پور جٹاں میں ساٹھ سال پہلے فرمایا تھا کہ حفیظ جالندھری تیری لکھی ہوئی نعتیں دوسرے سنایا کریں گے۔

الحمد للہ نعت رسول ﷺ یعنی "شاہنامہ اسلام" ساری دنیا کے اردو جاننے والے مسلمان خود پڑھتے اور دوسروں کو بھی سناتے ہیں۔ (اقتباس از نشرانے)